

کیا یہ ملک کرپشن کیلئے بنائے ہے؟

توشی کاٹسو مٹسوکا (Toshi Katsu Matsuoka) جاپان میں زراعت کا وزیر تھا۔ اتنا ہائی لائق اور محنتی انسان۔ جاپان میں زرعی زمین بہت کم ہے لہذا توشی کاٹسو سائنسدانوں سے ملکرا یسے طریقے اختیار کر رہا تھا جن سے کم سے کم زمین استعمال کر کے بھر پور زرعی اجناس اگا سکے۔ اسے خاطر خواہ کامیابی بھی حاصل ہو رہی تھی۔ لوگوں کو یقین تھا کہ اس شخص کی اٹھان اتنی زبردست ہے کہ تھوڑے عرصے بعد ملک کا وزیر اعظم بن جائیگا۔ یہ 2007 کا ذکر ہے۔ اچانک اسکی زندگی میں ایسا موڑ آیا کہ ہر چیز تبدیل ہو گئی۔ توشی کاٹسو کا ایک دفتر تھا۔ اس میں درجنوں لوگ کام کرتے تھے۔ سرکاری دفتر میں وہ تمام سہولیات موجود تھیں جو ایک ترقی یافتہ ملک کے وزیر کو حاصل ہوتی ہیں۔ اس دفتر کی بجائی، پانی اور گیس مکمل طور پر مفت تھی۔ توشی کاٹسو کا سہولت کا مکمل طور پر علم نہیں تھا۔ ایک دن وہ دفتر میں کام کر رہا تھا کہ نوٹس موصول ہوا۔ درج تھا کہ تین دن کے بعد پارلیمنٹ کی انکوائری کمیٹی کے سامنے پیش ہوں۔ جرم کیا تھا کہ توشی کاٹسو نے دفتر کی مراعات مفت ہونے کے باوجود ایک لاکھ بیس ہزار یورو موصول کیے ہیں۔ وزیر حدد درجہ گہرا گیا۔ اپنے بینکر سے معلوم کیا اور پوچھا کہ کیا واقعی اسکے اکاؤنٹ میں یہ رقم آئی ہے۔ بینکر نے تسلی سے بتایا کہ ایسی کوئی رقم اسکے اکاؤنٹ میں موصول نہیں ہوئی۔ ہاں، یہ رقم دفتر کے سرکاری اکاؤنٹ میں ضرور موصول ہوئی ہے۔ توشی کاٹسو کیلئے یہ ایک ناقابل برداشت بات تھی۔ اپنے افسروں کو بلایا اور انکی خوب کچھائی کی، غصہ ہوا کہ جانتے بوجھتے ہوئے یہ غلطی کیسے ہوئی۔ شفاف نے بتایا کہ انکے بھی علم میں نہیں تھا کیونکہ وہ پہلی بار سرکاری شعبے میں کام کر رہے تھے۔ بہر حال توشی کاٹسو حدد درجہ ڈنی دباؤ میں آگیا۔ فوری حکم دیا کہ تمام رقم واپس سرکاری خزانے میں جمع کروادی جائے۔ تمام پیسے واپس خزانے میں جمع کروادیے گئے۔ مگر سوال اٹھا، کہ کیا وہ شخص جسے دفتر کے مالیاتی معاملات پر کنٹرول نہیں ہے، کیا واقعی اعلیٰ عہدے پر رہنے کا حقدار ہے۔ انکوائری کمیٹی نے سوالات بنا کر اسے بھجوادیے۔ جس دن اسے انکوائری میں پیش ہونا تھا، توشی کاٹسو نے اپنے فلیٹ میں خود کشی کر لی۔ مرنے سے پہلے دو خط لکھے۔ ایک وزیر اعظم کے نام۔ جس میں درج تھا کہ وہ معذرت چاہتا ہے کہ حکومتی عہدے دار کے طور پر اس سے غلطی ہوئی اور وہ وزیر اعظم کی توقعات پر پورا نہیں اتر سکا۔ دوسرا خط، جاپان کی عوام کے نام تھا۔ درج تھا کہ عوام سے معافی مانگتا ہے کہ اپنے حلف کی پاسداری نہ کرسکا اور اسکے شفاف سے غلطی ہوئی۔ یہ دونوں خطوط آج بھی جاپانی حکومت کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ 2007 میں ایک یورو کتنے پاکستانی روپوں کے برابر تھا۔ شاہد سماں یا ستر روپے کے برابر۔ تمام رقم پاکستانی ایک کروڑ سے کم بنتی تھی۔ پوری قوم نے توشی کاٹسو کی معافی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ ایک پیسے کی مالیاتی غلطی بھی کیونکر ہوئی۔ خود کشی کرنے کے بعد وزیر اعظم ایوی کی حکومت ریٹینگ میں بائیس فیصد کم ہو گئی۔ وزیر اعظم نے ٹی وی پر آ کر معافی مانگی کہ اس نے وزیر کی تعیناتی میں غلطی کی تھی۔ اسکی بھی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے، قوم جو سزادینا چاہتی ہے۔ وہ حاضر ہے۔ آنے والے ایکشن میں اسکی جماعت ہار گئی۔ ذرا سوچی کہ ایک کروڑ سے کم کی مالیاتی غفلت نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا۔ وہ بھی ایسی رقم جو خزانے میں جمع ہو چکی تھی۔

اب اپنے ملک کے موجودہ سیاستدانوں کی طرف آئیے۔ ان میں سے واقع اکثریت انتہائی ڈھنڈائی سے کام لیتے ہوئے، حکومت میں رہتے ہوئے کاروبار کر رہی ہیں۔ حکمران ملیں لگا رہے ہیں۔ بے رحمانہ رشوت و صول کر رہے ہیں۔ مسلسل جھوٹ بول رہے ہیں۔ غلطی ثابت ہونے کے باوجود کوئی اپنی روشن بدلنے کیلئے تیار نہیں۔ ایک مثال پر غور کیجئے۔ کہ ہمارے سیاستدانوں نے بے پناہ فائدے کیلئے شوگر ملیں لگا کر عام کاروباری آدمی کیلئے مل کگانے پر پابندی لگادی۔ یعنی مل عام کاروباری آدمی شوگر مل نہیں لگا سکتا۔ پنجاب کی حد تک تو قانونی پابندی ہے۔ سندھ میں زرداری صاحب کی موجودگی میں کوئی شوگر مل لگانے کی بے وقوفی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اپنے صوبے میں نوے فیصلوں پر ناجائز قبضہ کر چکے ہیں۔ کیا یہ سرکاری اختیارات کا ناجائز کاروباری استعمال نہیں ہے۔ بات کر پیش کی ہو رہی تھی۔ اس امر پر تو سب متفق ہیں کہ ان دس برسوں میں ہوش برداشت کر پیش ہوئی ہے۔ ایک دہائی میں سیاستدان، سرکاری ملازمین اور انکے چیلے وغیرہ، ارب پتی ہو چکے ہیں۔ ان میں سے کچھ گرفتار بھی ہوئے ہیں۔ کئیوں کے خلاف مقدمات عدالتوں میں چل رہے ہیں۔ کئی سزا بھی بھگت رہے ہیں۔ مگر ایک مثال بتا دیں جس میں کسی بھی ملزم نے اپنی غلطی تسلیم کی ہو۔ بلکی سی ندامت کا اظہار کیا ہو۔ پاکستانی قوم سے معافی مانگی ہو۔ آپکو ایک بھی مثال نہیں ملے گی۔ جو جتنا بڑا ڈاکو ہے، وہ اتنا ہی بڑا فربی ہی اور دروغ گو ہے۔ اربوں ڈکارنے کے بعد، کسی قسم کی ندامت محسوس نہیں کرتا۔

گزرنے والی دہائی میں ہمارے اوپر چار حکمران مسلط رہے ہیں۔ آصف زرداری، شہباز شریف، نواز شریف اور عمران خان۔ بلوچستان کی حکومت ایک قبائلی طرز کی حکومت ہے اور وہاں مالیاتی کر پیش کی مکمل آزادی ہے بلکہ اسے تقریباً قانونی سند حاصل ہے۔ سندھ اور پنجاب میں دیکھیے کہ جو لوگ موڑ سائیکلوں اور چھوٹی گاڑیوں میں سوار ہو کر پارلیمنٹ میں آئے تھے، وہ آج ارب پتی کیسے بن گئے۔ اصل میں ہوا یہ ہے کہ ان دس برسوں میں کر پیش کا ایک سائنسی فک اور مربوط نظام قائم کیا ہے۔ سرکاری عماں دین کا ایک گروہ بنایا گیا ہے جو کمیشن اور دیگر ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی رقم بڑے اہتمام سے اوپر پہنچاتے رہے ہیں۔ کبھی دو بھی کے کسی بیک اکاؤنٹ میں تو کبھی کسی دیگر ملک میں۔ لوٹ مار کے اس نظام کو ابھی تک کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ تھوڑے دن کیلئے رُک گیا ہے۔ مگر اسکی جڑیں اس قدر گھری ہیں کہ یہ شکل تبدیل کر کے تھوڑے عرصے بعد واپس آ جائیگا۔ یہ ان دیکھا نظام ملک کے کسی بھی احتسابی ادارے سے زیادہ طاقتور ہو چکا ہے۔ موجودہ حالات میں ہمارے چند سیاسی خاندانوں نے بہترین بینکر، مالیاتی امور کے ماہر و کلاء اور مشیر رکھے ہوئے ہیں۔ انکا کام صرف یہ ہے کہ لوٹی ہوئی دولت، باہر کے ملکوں میں کیسے لیجانی ہے۔ اگر آپ اسحاق ڈار کو دیکھیے تو بعینہ ہی وہ یہی ڈیوٹی سرانجام دے رہا تھا۔ ایسے شخص کو وزیر خزانہ بنانے کا کیا مقصد تھا، سب کو معلوم ہے۔ سندھ میں انور محمد کا بھی یہی کام تھا اور ہے۔ چلیے حسین لوابی تھوڑی دیر کیلئے قابو آ گیا۔ مگر چند دن بعد وہ بھی ڈاکٹر عاصم کی طرح باہر آ کر ایمانداری اور اپنی بے گناہی پر تقریریں کر رہا ہوگا۔ پنجاب میں صورتحال سندھ سے زیادہ خراب ہے۔ یہاں تمام بڑے منصوبوں کو صرف ایک یادو سرکاری ملازموں کے حوالے کر دیا گیا۔ انکو محلی چھٹی دیدی گئی کہ بیٹا جاؤ، مال بناؤ۔ کچھ خود رکھو اور زیادہ ہمیں دے دو۔ یہ دھندا سرِ عام دس سال سے جاری تھا۔ تھوڑے دن بعد، شانہ دوبارہ کھل جائے۔ نام نہیں لکھ سکتا۔ ایسے سرکاری افسروں کو جانتا ہوں جنکے غیر ملکی اکاؤنٹ اربوں میں

ہیں۔ انکی تنخواہ صرف اور صرف چند لاکھ تھی۔ وہ جواز ہی پیش نہیں کر سکتے کہ یہ پیسہ کہاں سے آیا۔ معدرت کے ساتھ، ان لوگوں میں سے ننانوے فیصلوگ آزاد پھر رہے ہیں۔ انکے بیوی بچے، امریکہ یا لندن میں ہیں۔ یہ افسر، اس ملک میں صرف اسلیے مقیم ہیں کہ کسی بھی طرح احتساب کے نظام کو غیر موثر بنانے کیلئے عرض ہے کہ مکمل احتساب کے نظام کو حقیقت میں غیرفعال کر دیا گیا ہے۔ کے پی واحد صوبہ ہے جس میں معاشی کرپشن بہت کم سطح پر آگئی ہے۔ مکمل طور پر غیر جانبدار بات کر رہا ہوں۔ وہاں حکومتی اداروں نے لوگوں کے فائدے کیلئے بہت اچھا کام کیا ہے۔ رشتہ لیے بغیر لوگوں کو انکے حقوق دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ نہیں کہ وہاں، صورتحال بالکل آئینی میں ہے۔ بالکل نہیں۔ مگر ایک ثابت تبدیلی ضرور آئی ہے۔ اسکونہ تسلیم کرنا زیادتی ہوگی۔

ذرا سوچیے کہ وہ لوگ جنہوں نے فقید المثال جھوٹ بول کر ہمیں بیوقوف بنایا۔ جو عام آدمی سے ہاتھ ملانے کے بعد غیر ملکی صابن سے ہاتھ دھوتے ہیں۔ جو منزل واٹر کے علاوہ نلکے کا پانی پینے کو گناہ سمجھتے ہیں۔ جو حکومت میں رہ کر صنعتی ایمپائر کھڑا کرتے ہیں۔ جو لندن میں کھربوں روپے کی پر اپرٹی خریدتے ہیں۔ جنکی اولاد، پاکستانی پاسپورٹ کو ہج اور ادنیٰ گردانتی ہے۔ جو مر سید زین، بی ایم ڈبلیو، روئر ایس اور آؤڈی سے کمتر گاڑیوں پر سفر کرنا بے عزیٰ سمجھتے ہیں۔ جو سرکاری ہوائی جہازوں کو تکے کتاب اور کھانا لانے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ جو چوری کے پیسے پر اولاد کو پانے کے بعد پارسائی کے بھرپور دعوے کرتے ہیں۔ جو گرفتار ہونے کے بعد انگلیوں سے وکٹری کا نشان بناتے ہیں۔ جو کپڑے جانے کے بعد از حد بیمار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جو ہر طرح کی اخلاقی گروٹ کاشکار ہیں۔ جو عدالتوں کی سزا کو بے انصافی قرار دیکراپنی ہولناک کرپشن کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا واقعی یہی اخلاق باختہ لوگ ہمارے اوپر حکومت کرنے کے حقدار ہیں۔ کیا ووٹ انہیں ملنا چاہیے۔ کیا واقعی یہ ڈاکووٹ کو عزت دلانے کا معمولی سارا دہ رکھتے ہیں۔ نہیں صاحبان نہیں۔ سوٹل میڈیا اور میڈیا نے اس ملک میں سچ اور جھوٹ کے فرق کو واضح کر دیا ہے۔ یقین کریں۔ آزاد سوٹل میڈیا انکے لیے سزا نے موت ہے۔ یہ واحد ملک ہے جہاں گناہ گارق طعاشر مند ہے۔ بلکہ شریف اور ایماندار لوگ زیادتی کاشکار ہیں۔ تو شی کا ٹسو نے تو اپنی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے خود کشی کر لی، یہاں تو کرپٹ ترین لوگوں کے چہرے پر مسکراہٹ اور بنشاشت ہی ختم نہیں ہوتی۔ شائد یہ ملک بنائی کرپشن کیلئے ہے؟

راو منظر حیات